ترقی سے ہم کنار کیا، قانون کی حکمرانی کا علم بردار بنایا اور نظم و ضبط اور سلیقہ سکھایا۔ دراصل مصنف مادی ترقی وغیرہ کو بالکل ہی درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک اصل اہمیت صرف اور صرف اس بات کی ہے کہ گذشتہ چند صدیوں میں یورپ اپنے روحانی سرمائے سے محروم ہو گیا، اور بقول مصنف: یہ یہودیوں کا عیسائیوں سے انتقام تھا!

کتاب کے آخری حصے میں یہ بحث کی گئی ہے کہ روحانیت سے تہی دامن جدید مغرب یہودیوں کا کارندہ بن کر کس کس طرح عالم اسلام کو بھی اس کے روحانی ورثے سے محروم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خاتمہ کلام میں مصنف نے اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ "اب روئے ارض پر خلافت اسلامیہ کی بحالی دور نہیں!"

کتاب میں انسانی تمدن کی ہر ترقی کو یہودی سازش قرار دینے کا رجحان نمایاں ہے۔ مصنف عقلیت، سائنس اور بزنس (تجارت) کا ذکر بھی بطور ایک یہودی سازش کے کرتے ہیں۔ یوں سائنس بیزاری میں وہ سید حسین نصر، ضیاء الدین سردار اور پروفیسر عبدالقدیر سلیم کے ہم نوا نظر آتے ہیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک اصلاح بھی ان کے خیال میں سیکولرائزیشن کی توسیع کے عمل کا حصہ تھی۔

یہ کتاب اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود مندرجہ ذیل خامیوں کے باعث کسی نئے فلسفہ تاریخ کی بنیاد رکھنے میں ناکام رہے گی:

۱۔ اس کتاب میں عالم اسلام اور عالم عیسائیت میں پھیلائی جانے والی مختلف گمراہیوں کا تذکرہ تو ہے، مگر اس بات کا جائزہ لینے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ وہ کون سے داخلی رجحانات تھے جن کے باعث مختلف اقوام نے مذکورہ خیالات کو متعلقہ ادوار میں پذیرائی بخشی۔ مثلاً مصنف لوتھر اور کالون کے ہاتھوں برپا ہونے والی یورپ کی تحریک اصلاح مذہب (Reformation) کی تاریخ بیان کرنے کے بعد اسے یہودی سازش قرار دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ پروفیسر عبدالحمید صدیقی نے اپنی کتاب "مذہب اور تجدید مذہب" میں بھی تحریک اصلاح مذہب پر بھرپور تنقید کی ہے۔ مگر اسرار عالم صاحب کے برعکس صدیقی صاحب خارجی کے ساتھ ساتھ داخلی عوامل کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "مذہبی طبقوں کی دنیا پرستی (اور بے دانشی) نے کلیسا اور خانقاہوں کی حالت کو اخلاقی اور دینی اعتبار سے کافی حد تک تباہ کر دیا تھا، اور صورت حال کی اصلاح ناگزیر تھی۔ لیکن لوتھر کے ہاتھوں اصلاح مذہب کی جو تحریک اٹھی اس نے حالات کو سنوارنے کے بجائے انھیں مزید خراب کیا"۔ ہو سکتا ہے اسرار عالم صاحب لوتھر کو یہودیوں کا ایجنٹ سمجھنے میں حق بجانب ہوں، مگر صورت حال کا تجزیہ کرنے میں انھیں یہ بات نظرانداز نہیں کرنی چاہیے تھی کہ اس وقت عیسائیت میں اصلاح کی ایک فطری طلب بہرحال موجود تھی، اور اگر یہ اصلاح یہودی ایجنٹ نہ بھی کرتے تو کوئی اور کرتا۔ اسی طرح عالم اسلام کے خلاف جن یہودی سازشوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ تو جراثیم کی طرح ہیں، مگر اصل سوال یہ ہے کہ عالم اسلام کی مدافعاتی قوت رفتہ رفتہ اتنی کم کیوں ہو گئی کہ یہ جراثیم مسلمانوں کا اخلاق تباہ کرنے

میں کامیاب ہو گئے۔ یہ سوال اس وجہ سے بھی اہم ہے کہ مصنف نے خود اس بات پر بہت زور دیا ہے (ص ۳۱) کہ ایک وقت میں عالم اسلام کی یہ مدافعاتی قوت اس قدر تھی کہ یہودی تین سو سالہ کوششوں کے بعد ناکام ہو کر عالم اسلام سے بھاگنے پر مجبور ہوئے۔

۲۔ نتیجہ تاریخ کے طور پر یہ بات منوانا بڑا مشکل ہے کہ "یہودی کسی ایک کمرے میں بیٹھ کر کی گئی منصوبہ بندی کے مطابق سیکڑوں سال تک یورپ کو ایک مرکز سے کنٹرول کرتے رہے ہیں"۔ اس قسم کے دعویٰ کو ثابت کرنے کی، مصنف کی کوششوں، کی ناکامی کی مثال یہ ہے کہ صفحہ ۳۷ پر وہ یہ مشہور خیال پیش کرتے ہیں کہ موجودہ عیسائیت کا حقیقی بانی سینٹ پال ایک ایسا یہودی تھا جس نے دانستہ عیسائیت کو غلط رخ پر ڈالا۔ مگر صفحہ ۴۰ پر وہ بتاتے ہیں کہ پندرھویں صدی عیسوی میں یہودیوں نے اسی سینٹ پال پر رکیک حملوں کو رواج دیا۔ اگر یہودیوں کی منصوبہ بندی اتنی ہی سوچی سمجھی تھی تو آخر انھوں نے اپنے ہی ایجنٹ پر اس طرح تنقید کیوں کی؟ ــــ یہودیوں کے فتنہ پرداز مزاج کو سامنے لانا بے شک مصنف کا ایک کارنامہ ہے، مگر اس قوم کی صلاحیتوں کو مافوق الفطرت قرار دینے کے لیے ان کے پاس کافی دلائل نہیں۔ (ڈاکٹر بلال محمود)

اردو، سرکاری زبان، چودھری احمد خان (علیگ)۔ ناشر و مصنف، ۴۸۳، این سمن آباد، لاہور۔ صفحات: ۳۶۰۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔

پاکستان، اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، مگر "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں انفرادی و اجتماعی اور نجی و سرکاری و حکومتی سطح پر اسلام کے ساتھ افسوس ناک سلوک روا رکھا گیا، یہ ایک دردناک داستان ہے ــــ حصول پاکستان کے مقاصد کے حوالے سے دوسری دکھ بھری کہانی اردو زبان کی ہے۔ قائداعظم نے اپنی تقریروں میں بارہا زور دے کر اعلان کیا کہ "پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہو گی" مگر قائداعظم کے جانشینوں اور پچاس سال میں، وطن عزیز کے اقتدار و اختیار پر قابض سیاست دانوں اور افسروں نے اردو زبان کے بارے میں قائداعظمؒ کے ارادوں کو ناکام بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ زیر نظر کتاب پاکستان میں اردو زبان کی ترویج و نفاذ کی یہی دردناک داستان پیش کرتی ہے۔

چودھری احمد خان (پ: ۱۹۲۰) ۱۹۸۰ میں ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ وہ ایک طویل عرصے سے نفاذ اردو کے لیے کوشاں چلے آرہے ہیں۔ ۱۹۷۳ کے آئین پاکستان میں طے کیا گیا تھا کہ ۱۴ اگست ۱۹۸۸ تک اردو کو سرکاری اور دفتری زبان کی حیثیت سے رائج کر دیا جائے گا، مگر "خوے بدرا بہانہ ہاے بسیار"۔ آئین کے آرٹیکل ۲۵۱ (۱) کی مسلسل خلاف ورزی ہو رہی ہے اور نفاذ اردو کا خواب ہنوز شرمندۂ تعبیر ہے۔ ہماری ذہنی، تعلیمی، علمی، سائنسی اور انتظامی پس ماندگی کا ایک اہم سبب انگریزی زبان کے